ہفت روزہ

# خدام الدین

لاہور
پاکستان


ہدیہ ۲۵ پیسے


۲۰ ذی الحجہ ۸۹ھ ۲۷ فروری ۷۰ء

## ممانعت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ رب العزت تم کو اس بات سے منع فرماتے ہیں کہ تم اپنے باپوں کی قسمیں کھاؤ۔ اور اگر قسم کھانا ضروری ہی ہو تم اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ ورنہ خاموش رہو (بخاری ومسلم)

وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص نے (اللہ تعالیٰ کے علاوہ صرف) امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے، حدیث صحیح ہے۔ ابو داؤد کے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ حلف اٹھائے کہ (اگر میں ایسا کام کروں تو) میں اسلام سے بیزار ہوں۔ سو اگر وہ اپنے قول میں جھوٹا ہے۔ تو وہ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ اس نے کہا۔ اور اگر سچا ہے۔ تو اسلام میں صحیح وسالم واپس نہ آئے گا (ابو داؤد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَهُ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ عَلَى التَّغْلِيْظِ كَمَا رُوِيَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّيَاءُ شِرْكٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے نہیں کعبہ کی قسم! حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم نہ کھا اس لئے کہ میں نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے۔ کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی۔ تو اس نے کفر کیا۔ یا آپ نے فرمایا۔ کہ اس نے شرک کیا (ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا کہ حدیث حسن ہے) امام نودی فرماتے ہیں۔ کہ حدیث میں کفر اور شرک کرنے کو جو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد علماء نے معنی تنبیہ اور زجر کے لئے ہیں۔ جیسا کہ روایت کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ریاد شرک ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اِيَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهِ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِّنْ اَرَاكٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ الحارثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنی قسم کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا حق مارے۔ تو اللہ رب العزت نے اس کے لئے دوزخ کو واجب کر دیا۔ اور جنت اس پر حرام کر دی۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ اگرچہ کوئی معمولی سی چیز ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک لکڑی ہی کیوں نہ ہو (مسلم نے اس روایت کو ذکر کیا ہے)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ رب العزت کے ساتھ کسی کو شریک بنانا (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۳) کسی نفس کو قتل کرنا۔ اور جھوٹی قسم کھانا (امام بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْكَسْبِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے۔ وفروخت کرنے کے وقت بہت قسم (کھانے) سے سامان (کی فروختگی) کو فروغ ہوتا ہے۔ لیکن یہ چیز برکت اور کمائی کو مٹا دیتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهُ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ آپ فرما رہے تھے۔ کہ فروخت کرنے کے وقت زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرو۔ کہ اس لئے کہ اولاً اس سے تجارت کو فروغ ہوتا ہے اور پھر تباہی ہی تباہی ہے۔ (مسلم)

نظام مصطفوی کا میں ایک عنصر ہوں
ہراس کس لئے ہو پھر کسی خلل سے مجھے
حدیث نے مجھے پہنچا دیا ہے قرآں تک
کہ ذوق علم میسر ہوا عمل سے مجھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۰ ذوالحجہ ۱۳۸۹ھ
۲۷ فروری ۱۹۷۰ء

جلد ۱۵
شمارہ ۴۱

فون نمبر ۶۷۵۴۵

## مندرجات

* احادیث الرسولؐ
* اداریہ
* خطبہ جمعہ
* مجلس ذکر
* بنات اسلام
* ایک رہنما کی خصوصیات
* مدینہ طیبہ سے ایک مکتوب گرامی
* حضرت امام مالکؒ
* درس قرآن
* تذکرہ امام ولی اللہ دہلویؒ
* آزاد کشمیر کو خود مختار بنانے کی خطرناک تجویز
* اور دوسرے مضامین



# مقصد اگر اسلام ہے تو پھر اختلاف کیوں؟

## اسلام کی دعویدار جماعتوں اور افراد سے دردمندانہ التماس

ملک کے حالات تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں۔ نئی نئی جماعتیں پیدا ہو رہی ہیں اور نئے نئے لیڈر مختلف نعرے لے کر سامنے آ رہے ہیں ان میں سے اکثر جماعتیں اور لیڈر ایسے ہیں جن کا نعرہ اور دعویٰ "اسلام" ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر تمام جماعتوں اور رہنماؤں کا مقصود واقعی اسلام ہی ہے تو پھر اختلافات، خلفشار اور باہمی تنازعات کیوں؟

اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسے ایک نظام حکومت کی حیثیت سے پاکستان میں جاری کرنے کے لئے تمام جماعتوں کو متحد و متفق ہو کر عمل پیرا ہو جانا چاہئے اور خلوص نیت کے ساتھ یہ کوشش کرنی چاہئے کہ غیر اسلامی نظریات اور تحریکیں اس ملک میں جڑ نہ پکڑ سکیں ــــ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مختلف جماعتیں اور ان کے لیڈر اسلام کا مقدس نام بھی استعمال کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف زبان طعن بھی دراز کر رہے ہیں ان میں سے سب سے افسوسناک کردار ان لوگوں کا ہے جو اہل حق علماء اسلام کے خلاف بہتان تراشی کرنے کو اسلام کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں اور انہیں غیر اخلاقی اور ناگفتنی القابات سے یاد فرمانے کو اجرِ عظیم قرار دے رہے ہیں۔

علماء اسلام کو سوشلسٹ اور اشتراکی گروپ کہنے والوں! انہیں "کامریڈ" اور "ماؤلانا" کے القاب سے نوازنے والوں کو خدا کا خوف دلوں میں بٹھا کر غور کرنا چاہئے کہ اس طرح وہ اسلام کی کیا خدمت کر رہے ہیں اور عوام الناس کے دل و دماغ پر کیا اثرات مرتب فرما رہے ہیں ــــ؟ کیا اس طرز عمل کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ سادہ لوح غریب عوام اور مزدور، جو پہلے ہی کیمونزم، سوشلزم اور دوسری غیر اسلامی تحریکات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ یہ سمجھنے لگیں گے کہ اگر بڑے بڑے علماء کرام اور دین اسلام کے مبلغ و داعی حضرات کو سوشلسٹ اور کیمونسٹ قرار دیا جا سکتا ہے اور ان بزرگوں کے ناموں کے ساتھ اگر "کامریڈ" اور "ماؤ" کے القاب لگائے جا سکتے ہیں تو عوام الناس کس شمار و قطار میں ہیں! پھر وہ کیمونزم اور سوشلزم کو معیوب نہیں سمجھیں گے۔

کیا یہ طریق کار اسلام کی اعلیٰ اور ارفع قدروں کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے ــــ؟ اور کیا علماء اسلام کو بدنام کرنے سے کیمونزم اور سوشلزم کی راہیں مسدود ہو سکتی ہیں؟ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں تو پھر وقت کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کے لئے نقصان دہ طریق کار اور اظہار اختلاف کے سوقیانہ طرز عمل کی پوری شدت کے ساتھ حوصلہ شکنی کی جائے اور خدا کے جو نیک بندے پارٹی بازی اور سیاسی عصبیت سے بالاتر ہو کر اُمت اسلامیہ میں اتحاد و اتفاق کا حقیقی جذبہ پیدا کرنے اور عارضی تنازعات کو ختم کرانے کے لئے اپنی عملی تجاویز اور خدمات پیش کریں گے ہم ان کا فراخدلی کے ساتھ خیر مقدم کریں گے ــــ خدام الدین انشاء اللہ ان کا بہترین رفیق اور معاون ثابت ہوگا اور کسی قسم کے ایثار و قربانی سے ہرگز گریز نہ کرے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ ــــ!

## تحریک آزادی کشمیر کا نیا دور

جناب ائر مارشل اصغر خاں کچھ عرصہ سے پیہم یہ اعلان کر رہے تھے کہ ان کے پاس مسئلہ کشمیر کا حل موجود ہے اور وہ مناسب وقت پر اسے عوام کے سامنے پیش کر دیں گے ــــ ہمارے اکثر رہنما اس قسم کے وعدوں کا

اعادہ کرتے رہتے ہیں - چنانچہ ایک معروف ادیب نے قائدینِ قوم کی اس روش پر بھرپور طنز کرتے ہوئے لکھا تھا کہ "مسئلہ کشمیر کس طرح حل ہوگا" اور خود ہی جواباً تحریر کیا تھا کہ "وزیراعظم مسئلہ کشمیر پر تقریر کریں گے اسے حاصل کرنے کے عزم کی تجدید فرمائیں گے - زندہ باد، مردہ باد کے نعرے لگیں گے - عوام مطمئن ہو کر گھروں کو چلے جائیں گے - اللہ اللہ خیر سلاّ" —— لیکن جناب اصغر خاں کی حیثیت ان لیڈروں سے مختلف ہے - ان کی ذہانت اور شجاعت کے سب معترف ہیں - پاکستان کی سیاست سے دلچسپی رکھنے والے عموماً اور کشمیر کے مستقبل سے وابستگی رکھنے والے خصوصاً اس تجویز کے بے تابی سے منتظر تھے جس کا اعلان ائر مارشل نے کئی بار فرمایا تھا -

۸ر فروری کو نشتر پارک کراچی میں ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب کرتے ہوئے ائر مارشل اصغر خاں نے اعلان کیا، کہ "خطہ کشمیر صرف گوریلا جنگ سے حاصل ہو سکتا ہے"

تنازعۂ کشمیر کا یہ حل نیا نہیں ہے - آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے صدر مجاہد اوّل جناب سردار عبدالقیوم خان صاحب اس مقصد کے لئے "المجاہد فورس" کے قیام کا فیصلہ کر چکے ہیں - پاکستانی اور کشمیری حلقوں کی طرف سے اس تجویز کا پُرجوش خیر مقدم کیا جا چکا ہے -

ستمبر ۱۹۶۵ء کی سترہ روزہ جنگ کے بعد پاکستان میں سامراج نواز جماعتوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی چونکہ آزادی کشمیر کے لئے مسلح کوشش بھی بارآور نہیں ہو سکی - اس لئے اس ضمن میں آئندہ بھی طاقت کے استعمال کا نعرہ حماقت ہوگا - اس قسم کے پروپیگنڈے سے پاکستانی عوام کو بددل کرنے کی کوششیں کی گئیں - کبھی یہ کہا گیا کہ چونکہ خود کشمیری لوگ اس سلسلے میں کوئی جد و جہد نہیں کرتے اس لئے کسی قسم کی کوئی کوشش سود مند نہیں ہو سکتی - اس کے بعد ملکی حالات بتدریج بگڑتے گئے تاآنکہ پاکستان کی مسلح افواج نے ملکی انتظام سنبھال لیا - کشمیر کا معاملہ ایک بار پھر پسِ منظر میں چلا گیا - ہر سمت سنگین خاموشی طاری ہو گئی - ادھر مقبوضہ کشمیر میں خصوصاً اور ہندوستان بھر میں عموماً ہندو غنڈوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہوتا گیا - جبلپور کے بعد احمد آباد میں خونِ مسلم کی ارزانی سے وادی کے مسلمانوں کی زندگیاں بھی خطرے سے باہر نہ تھیں —— ان حالات کے پیشِ نظر سردار عبدالقیوم خاں نے "تسخیرِ کشمیر بنوکِ شمشیر" کا مجاہدانہ نعرہ لگایا اور بھارتی سامراج پر آخری ضرب لگانے کے لئے "تحریک المجاہد" کے قیام کا فیصلہ کیا -

جناب ائر مارشل اصغر خاں جیسے ماہرِ حرب جرنیل کے حالیہ اعلان سے جہاں سردار صاحب کے مؤقف کی بھرپور حمایت ہوئی ہے وہاں یہ بات ایک بار پھر کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ تنازعۂ کشمیر حل کرنے کے لئے مجاہدانہ کارروائی ناگزیر ہے، اور پاکستان، کشمیر کی جو جماعتیں اسے نام نہاد اقوام متحدہ کی قراردادوں یا استصوابِ رائے کے ذریعے حل کرانے کے عزائم کا اظہار کر رہی ہیں وہ پاکستانیوں اور کشمیریوں کے مفاد سے عمداً چشم پوشی کر رہی ہیں -

جناب ائر مارشل اصغر خاں اور

(باقی ص ۱۶ پر)

# (مولانا) عبید اللہ انور

موؑرخہ ۱۲ر فروری بروز جمعرات عید الاضحیٰ کی تقریب سعید کے سلسلہ میں مدرسہ قاسم العلوم میں جلیل القدر علماء اور دینی جماعتوں کے راہنماؤں کا ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں جناب منظور سعید احمد صاحب جالندھری نے ایک نظم پڑھی جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے،

(حاجی بشیر احمد)

ہیں عبید اللہ انور چاند تاروں کی طرح
گلشنِ اسلام میں رنگیں بہاروں کی طرح

لطفِ پیہم کے تسلسل کی مقدس فکر میں
ہر قدم اٹھتا ہے ان کا جاں نثاروں کی طرح

حسنِ اخلاق و مروّت کا نمونہ سر بسر
دشمنوں سے بھی رویّہ غمگساروں کی طرح

لڑتے ہیں موجوں کی صورت، صورتِ حالات سے
رہتے ہیں خاموش لیکن وہ کناروں کی طرح

اُن کی خاموشی سکوتِ لالہ و گل کا جواب
اُن کا اندازِ تکلم آبشاروں کی طرح

راست گفتاری، نکوکاری، وفاداری، خلوص
ہیں مدام اُن پر تصدق چار یاروں کی طرح

ہے پیامِ مرگِ ظلمت، رُتے انور کی نمود
ذرّے بھی اُن کی بدولت ماہ پاروں کی طرح

شیخ، مرشد، رہنما کوئی انہیں جانا کرے
ہم انہیں رکھتے ہیں دل میں اپنے پیاروں کی طرح

اس چمن میں ہائے وحشت زا مناظر کی نمود!
کر گئی آفت رسیدہ غم کے ماروں کی طرح

ہوں اسیرِ حلقۂ دامِ وفا جو اے سعید!
بے وفا ہوتے نہیں وہ نابکاروں کی طرح

جو بزعمِ خویش تھے چرخِ ادب کے آفتاب
ظلمتوں میں کھو گئے باطل سہاروں کی طرح

**معترض جو لوگ ہیں منظور اُن کو کیا کہیں!**
**اپنی فطرت سے ہیں وہ مجبور خاروں کی طرح!**

۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ　　خطبۂ جمعہ　　۲۰ر فروری ۱۹۷۰ء


# علماءِ حق اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں

# علماء کے خلاف لب کشائی اور الزام تراشی اسلام کی صریح مخالفت کے مترادف ہے


جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ


اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : اَمَّا بَعْدُ : فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ط (سورۃ نساء پ ۴ ع ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

حضرت آدم سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک طویل دور ہے جس میں مختلف اوقات اور مختلف خطوں میں انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے اور ہر نبی خالق کائنات کی طرف سے انسانوں کے لئے رُشد و ہدایت کا سامان لے کر آیا۔ چنانچہ بعض انبیاء کو صحیفے عطا کئے گئے۔ جیسے صحف ابراہیمؑ اور صحفِ موسیٰؑ اور بعض انبیاء کو کتابیں دی گئیں۔ مثلاً تورات، زبور، انجیل اور قرآن۔ سب کی تعلیم کا محور ایک ہی تھا تعلیماتِ الٰہیہ کی ابتدا حضرت آدمؑ سے ہوئی اور اس کا اختتام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو جو احکامات دیئے گئے وہ اس زمانہ کے انسانوں کے لئے واحد ذریعۂ نجات تھے۔ ان کی تعمیل اور پیروی سے دنیوی و اُخروی کامیابی وابستہ تھی اور ان احکام کی حکم عدولی کفر تھا۔ اسی طرح تمام انبیاءؑ کی تعلیم اپنے اپنے زمانہ کے انسانوں کے لئے وسیلۂ نجات تھی۔ اور ان کی صداقت و حقانیت ایک ثابت شدہ حقیقت تھی۔ چنانچہ اس طویل دور میں مختلف قسم کے واقعات اور حالات گذرے جن کا تذکرہ ایک طویل داستان ہے۔ لیکن سب انبیاء کی تعلیم مخصوص ادوار اور مخصوص امتوں کے لئے تھی۔ اس کے برعکس جب سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت ہوئی تو اعلان ہوا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا۔ ہم نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ کی تعلیمات تمام نسل انسانی کے لئے ہیں۔ اس میں رنگ و بو یا نسل و وطن کی کوئی تمیز نہیں اور نہ ہی کسی وقت کے لئے محدود کیا گیا ہے بلکہ جب تک یہ نظام کائنات برقرار رہے گا۔ آپ ہی کی تعلیمات وسیلۂ نجات ہوں گی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں جو احکامات بیان ہوئے ہیں وہ تاقیامت انسانوں کے لئے رشد و ہدایت کا واحد ذریعہ ہیں۔

نسل انسانی کی ابتداء حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا سے ہوئی۔ انہیں اس دھرتی پر آباد کیا گیا تو جن اشیاء کی ضرورت تھی وہ سب انہیں عطا کی گئیں —— یہ موسموں کا اختلاف بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے ہر موسم ایک خصوصیت رکھتا ہے اور مخصوص فوائد کا حامل ہے۔ اسی طرح سورج، چاند، ستارے انسان کی خدمت پر مامور ہیں۔ کوئی انسان کی انرجی (قوت و طاقت) بحال کرنے میں مددگار ہے تو کوئی فصلیں پکانے کا کام انجام دیتا ہے اور کسی سے راستہ متعین کرنے میں مدد لی جاتی ہے —— غرضیکہ کائنات کی ہر چیز سے انسان استفادہ کر سکتا ہے۔ لیکن استفادہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ وسائل بروئے کار لائے جائیں جو قدرت نے اس کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ان سے ہٹ کر کسی چیز سے فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ انبیاء کی تعلیم ہی وہ فطری اصول و قواعد ہیں جو اس کائنات سے استفادہ کے لئے متعین ہیں اور ان فطری قوانین کو نظرانداز کرنے سے یہ نظامِ کائنات درہم برہم ہو جائے گا اور نفع کے بجائے نقصان ہوگا۔

جیسا کہ ایوب حکومت کے دوران کروڑوں روپیہ خاندانی منصوبہ بندی جیسے ناپاک اور غیرفطری مقصد پر خرچ کیا گیا۔ اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ اس کی تشہیر کی گئی، در و دیوار پر پوسٹر چسپاں کئے گئے۔ سڑکوں اور چوراہوں میں بورڈ آویزاں کئے گئے —— غرضیکہ ہر ممکن طریقہ اختیار کیا گیا جس سے اس کی تشہیر ہو سکتی تھی — کاش کہ یہی دولت کسی ایسے مقصد پر خرچ کی جاتی جس سے ملک و قوم


(باقی صـ۱۶ پر)

# تذکرۂ امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ تقریر ہے جو شیخ بشیر احمد صاحب بی اے لودیانوی، جنرل سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان لاہور نے "علماء کلاس" انجمن خدام الدین کے سامنے ۲۹ دسمبر ۶۵ء کو فرمائی تھی۔ اس موقع پر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ بھی موجود تھے۔

مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے لاہور

## دورِ ابراہیمی علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم سے دنیا میں پانچ قسم کے انقلابات آئے (۱) علمی انقلاب (۲) سیاسی انقلاب (۳) اقتصادی انقلاب (۴) اخلاقی انقلاب اور (۵) روحانی انقلاب۔

معاشرے کی تنظیم کے لیے سب سے پہلے علم، سیاست اور اقتصاد کی ضرورت ہے۔ اخلاقی اور روحانی انقلاب اس کے نتیجے کے طور پر آئینگے جب تجلیٔ الٰہی کا علم عام ہوگا تو کوئی ایک شخص دوسرے پر اپنی فوقیت جتا کر اپنی آقائی قائم نہیں کرے گا اس لیے کوئی مطلق العنان بادشاہ نہیں بن سکے گا۔ حکومت شورادی ہوگی اور کوئی شخص محتاج بھی رہنے نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ معرفت الٰہی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ مخلوقِ الٰہی کی خدمت کو اپنی ذاتی ضرورتوں پر فوقیت دی جائے۔ یہی معرفت اعلیٰ درجے کے اخلاق پیدا کرے گی جس سے بلند درجے کی روحانیت کا ظہور ہوگا۔

## دورِ نبوی صلعم

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی بنیاد فطرتِ انسانی پر ہے۔ جب تک یہ فطرت قائم ہے یہی تعلیم کام دے گی۔ انسان اپنی فطرت میں ترقی کرے گا۔ حیوان نہیں بنے گا جب تک انسان انسان ہے۔ یہ تعلیم اس کی علمی، سیاسی اقتصادی اور روحانی ضرورتیں پوری کرتی رہے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے طفیل یہ پانچوں انقلاب ہم مرکز دائروں کی صورت میں آچکے ہیں اور ۲۳ برس میں یہ انقلابات مکمل ہوگئے آپ صلعم کے بعد یہ انقلابات پھیل رہے ہیں اور عالمگیر شکل اختیار کر رہے ہیں۔

## دورِ صحابہ کرامؓ

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور اور صحابہ کرام کا دور خیرالقرون یا نمونے کا دور ہے امام ولی اللہ دہلوی اس دور کو حضرت عثمان رضؓ کی شہادت تک مانتے ہیں کیونکہ نظم و اتحاد کا زمانہ یہیں تک ہے۔ بعد میں فتنے اور اختلافات رونما ہوگئے اور یہ نمونہ نہیں بن سکتے۔ پہلا دور متفق علیہ دور ہے اور خیریت کا دور ہے اس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ رائے کا اختلاف اور چیز ہے لیکن اس پر کسی نے مخالف جماعت کھڑی کرکے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہیں بنائی۔ امام صاحب نے پہلا دور (خیر القرون) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مانا ہے۔ دوسرا شیخین رضؓ کا اور تیسرا حضرت عثمان کا۔ لیکن مولانا عبید اللہ سندھی رح نے پہلا دورِ نبوی صلعم اور صدیقی دور ملاکر مانا ہے۔ دوسرا حضرت عمرؓ کا اور تیسرا حضرت عثمانؓ کا۔ کیونکہ صدیقی دور میں کوئی نئی چیز پیدا نہیں ہوئی نبوی دور ہی کی تکمیل ہوئی ہے۔ اقتصادی اور فوجی نظام اور پالیسی اسی طرح قائم رہے لیکن فاروقی دور میں نئے فیصلے کیے گئے اور نئے تنظیمات ظاہر ہوئے۔ عراق کی زمین کی کی تقسیم کا مسئلہ پیدا ہوا تو اس کا فیصلہ کیا گیا کہ یہ بیت المال کی ملک ہوگی۔ فوجیوں میں تقسیم نہیں کی جائے گی کیونکہ جو نسلیں بعد میں آئیں گی (وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ـ ۹ : ۱۰۰) ہم انھیں کہاں سے کھلائیں گے؟ یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیش کی۔ حضرت امام صاحب "ازالۃ الخفا" میں مذہبِ فاروق رضؓ کے ذیل میں ذکر کرتے ہیں کہ کئی ایسے فیصلے ہوئے جو امّت کے لیے بڑے مفید ہیں، ان میں سے یہ مسئلہ ملکیّت زمین بھی ہے اراضی قابل تقسیم نہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جاگیر داری ناجائز ہے

## دور امام ولی اللہ دہلوی رح

امام ولی اللہ دہلوی ۱۷۰۳ءء میں اورنگ زیب عالمگیر رح کی وفات سے چار سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ اٹھارھویں صدی کی ابتدا تھی اس وقت یورپی اقوام برعظیم پاک و ہند میں آچکی تھیں، نئی تحقیقات شروع ہوچکی تھیں یہ اقوام یورپی علوم لے کر آئیں۔ اس دور میں یورپ میں چند خاص باتیں ظاہر ہوئیں۔

(۱) **مادہ پرستی:** یعنی یورپ کے سائنسدان یہ طے کرچکے تھے کہ مادے کے ماوراء کوئی چیز نہیں ہے۔ نہ خدا، نہ وحی، نہ یوم آخرت۔

(۲) **سائنس** یعنی جدید علوم جن کی بنیاد مادہ پرستی پر تھی۔

(۳) **بادشاہت کا خاتمہ** فرانس میں ۱۷۷۹ء میں انقلاب آیا۔ بادشاہت کا خاتمہ اور جمہوریت کا آغاز ہوا۔

(۴) **مشین کی ایجاد** ہوئی۔ سرمایہ داری کا دور شروع ہو گیا۔ جاگیرداری پہلے ہی تھی۔ اب یہ دونوں نظام جمع ہوگئے تپاک بن گئے۔

یورپی اقوام یہ تمام چیزیں برعظیم میں لے کر آئیں۔ مغربی افکار میں مادہ پرستی ہے، اس لیے اس میں اخلاق اور روحانیت نہیں ہوگی مصلحت بینی ہوگی۔ خواہ گدھے کو باپ بنانا پڑے۔ اصولِ اخلاقیات ختم ہوگئے۔ میکیاولی نے ایک کتاب "دَ پرنس" (THE PRINCE) لکھی ہے۔ وہ امام صاحب سے دس برس بعد پیدا ہوا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ سیاست کا بہترین اصول یہ ہے کہ پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو۔ (DIVIDE AND RULE)

یہ دور تھا جس کے پیشِ نظر امام الحکمت امام ولی اللہ دہلوی رح کو خدا نے اس برعظیم میں پیدا کیا۔ اس وقت مغلوں کی حکومت برعظیم سے اٹھ رہی تھی۔ اورنگ زیب ۱۶۵۶ء میں تخت نشین ہوا اور ۱۷۰۷ء میں وفات پائی۔ اس نے ۵۱ برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد امام صاحب کے دور میں پچاس برسوں میں دس بادشاہ گزر گئے ظاہر ہے کہ یہ افراتفری کا دور تھا جس میں امام صاحب نے کام کیا۔ آپ کے سامنے دو کام تھے۔

(۱) دہلی کی حکومت کو درست کیا جائے۔

(۲) اور دہلی کو کام کرنے کا مرکز بنایا جائے۔

آپ حج کرکے اور علمِ حدیث کی تکمیل کے بعد دہلی واپس آئے تو یہیں سے کام شروع کیا عرب مرکز نہیں بن سکتا تھا۔

آپ کے زمانے میں مرہٹے اٹھے اور انہوں نے دہلی پر قبضہ کرلیا۔ اس کے لیے آپ نے احمد شاہ ابدالی کو دعوتِ جہاد دی۔ پانی پت کی تیسری لڑائی جنوری ۱۷۶۱ء میں لڑی گئی۔ جس میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ اس کے ایک سال بعد امام صاحب کا وصال ہو گیا۔

**مجلسِ ذکر**

# اپنے وعدے کی وفا اور پاسداری مسلمان کے ذمے ہے

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:—
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ،
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:—
۱- یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۵ (مائدہ ع۱)
ترجمہ: اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔
۲- وَ اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا ۵ (بنی اسرائیل ۳۴)
ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو، بیشک عہد کی بازپرس ہوگی۔

## دنیا دار العمل ہے

بزرگانِ محترم، معزز حاضرین! سب سے پہلے تو اللہ تعالےٰ کا اس انعامِ خاص پر شکر بجا لانا چاہئے جس نے ہمیں اور آپ کو دولتِ ایمان سے اور دولتِ اسلام سے مشرّف فرمایا۔ یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ جس کی اس جہان میں اتنی قدر نہیں جتنی اگلے جہان میں آپ کو اور ہمیں محسوس ہوگی۔ لیکن یہ دار العمل ہے، وہ دار الجزاء ہے۔ عمل کے وقت اگر عمل کی توفیق ہو گئی تو انشاء اللہ نجات کا سامان بنے گا، سرخروئی کا ذریعہ بنے گا۔ اور وہاں جاکر اگر احساس ہوا تو کیا فائدہ؟ فارسی میں کہتے ہیں "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد" یعنی جنگ میں تو آپ کو جنگ کا ہنر نصیب نہ ہوا، جنگ جیت گئے یا ہار گئے تو پھر کہتے ہیں کہ یہ کر لیتے تو یہ ہو جاتا۔ یعنی نزع کے وقت اگر آدمی کہے کہ میں اسلام قبول کر لیتا، ایمان لے آتا، نیک عمل اختیار کرتا تو آج میں جنت میں ہوتا۔ اب اللہ تعالےٰ فرمائیں گے — مضٰی ما مضٰی — وہ گذر گیا جو وقت تھا گذرنے کا۔ ع
وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا
یا وہ کہتے ہیں کہ "اب کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت"۔ — انسان کو وقت پر پتہ چلے، علاج کرے تو موت کے منہ سے بچ جائے۔ موت کے منہ میں جاکر یاد آئے کہ فلاں دوا استعمال کرتا تو بچ جاتا یا فلاں گناہ نہ کرتا تو یہ نوبت نہ آتی، تو وہ بیکار اور عبث ہے۔ دوسروں سے جو نصیحت حاصل کرے، عقلمند وہی ہے۔

## جنّت کا راستہ

آج جو دو چھوٹی چھوٹی آیتوں کے ٹکڑے میں نے پڑھے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے آپ کے وعدے وعید، لین دین، معاملات وغیرہ جو ہیں یہ بھی کچھ کم نہیں ہیں — ہماری ابدی زندگی کی سرخروئی یا خدا کے ہاں عذاب کے لئے۔ سب سے بلند انبیاء ہی کا درجہ ہے۔ وہ وہبی ہے، کسبی نہیں ہے، اللہ جسے چاہیں اپنے اس انعام خاص سے مستفید فرما دیں۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (البقرہ ۱۰۵) لیکن باقی اعمالِ حیات ایسے اختیار کرنا، نیک بننا، سعادت مند بننا تاکہ جنّت کے آپ وارث بن جائیں، یہ تو کسب کی بات ہے، آپ کے اور میرے کرنے کی بات ہے۔ یعنی اللہ نے جو طاقت، توفیق، وقت یا دولت یا جو بھی وسائل دیئے ہیں اگر وہ وسائل گمراہی میں استعمال کرتے ہیں تو وہ آپ کے لئے ابدالآباد جہنم میں اور اگر نیک راستے میں صَرف ہو جائیں تو یہی روپیہ آپ کی نجات کا باعث ہے، یہی اولاد، اگر اس کو دین کی تعلیم دیں تو آپ کے لئے شفاعت کا باعث ہے، نجات کا باعث ہے۔

## ہر حقدار کا حق ادا کرو

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ میں صرف لوگوں کے اخلاق سنوارنے کے لئے دنیا میں مبعوث ہوا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ قرآن حکیم کا لبّ لباب (خلاصہ) چند لفظوں کے اندر کیا ہے؟ آپؒ نے فرمایا۔ اِعْطَآءُ کُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ، ہر حقدار کا حق ادا کرو۔ یہ خلاصہ ہے۔ اور واقعہ یہ ہے، اس سے بہتر بات نہیں کہی جا سکتی قرآن کے بارے میں۔ کیوں؟ کہ خدا کا حق خدا کو دینا پڑتا ہے، رسول کا حق رسول کو، باپ کا باپ کو، ماں کا ماں کو، پڑوسی کا پڑوسی کو، مسافر کا مسافر کو، سب حقوق ادا ہو جائیں تو سارا مسئلہ حل ہو گیا۔ حقیقت یہی ہے۔ یعنی جو سجدہ خدا کے سامنے ہونا چاہئے وہ غیر اللہ کے سامنے نہیں ہونا چاہئے۔ جو تعلق ماں سے ہے وہ بیوی یا بیٹی سے نہیں۔ ع
گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

## اعمال پرکھنے کی کسوٹی

وعدہ خلافی ہمارے مسلمانوں کے ہاں تو کوئی چیز ہی نہیں ہے مسلمان آج وعدہ کر کے کہتے ہیں کہ ع
وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا
(میرا مطلب "وعدے" سے ہر قسم کے وعدے ہیں) اُن میں سب سے پہلا وہ وعدہ ہے جو اللہ تعالےٰ سے ہماری ارواح نے کر رکھا ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی اور یہاں آکر یہودی و نصرانی سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ وہ تو بات رہی الگ، لیکن مومنین اور قانتین اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہمارے اعمالِ حیات شریعت اور کتاب و سنّت کے ساتھ کس حد تک مطابقت رکھتے

ہیں اور کس حد تک مخالف جاتے ہیں۔ یہ کسوٹی ہے، یہ ہمارے لئے آئینہ ہے۔ اس آئینے میں خد و خال دیکھے جا سکتے ہیں اور کمی، کمزوری دُور کی جا سکتی ہے اور یہی ہمارا موضوع ہے روحانیت کا کہ شریعت کے مطابق زندگی گذرتی ہے تو پھر سمجھ لیجئے جیسا کہ پنجابی میں کہتے ہیں "ستے خیراں" اور اگر رتی بھر بھی شریعت کے خلاف جاتے ہیں تو پھر رائی رائی پائی پائی کا حساب آپ کو دینا پڑیگا اور وہاں جا کر یہ نہ کہہ سکیں گے رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِیْرٍ اللہ نے حقیقت تو واضح کر ہی دی ہے کسی نہ کسی طریقے سے۔ وہاں جب باز پُرس ہو گی اور پتہ چل گیا کہ عمل یہ تھا، حق یہ تھا، تمہارا فریضہ یہ تھا اور تم نے وہ ادا نہ کیا۔ یہ اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کے دیکھنے والی بات ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ زور دیا کرتے تھے کہ شرکیہ رسوم سے اجتناب کیا جائے۔ اور دوسری ان کی سب سے زیادہ تربیت جو ہوا کرتی تھی وہ یہ کہ انسان اللہ تعالےٰ کو ہمہ وقت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں یاد کرے۔

## مسلمان نادہندے ہوتے ہیں

آج کی معروضات کا لبّ لباب یہ ہے۔ کہ اپنے وعدے کی وفا اور پاسداری مسلمان کے ذمّے ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "جو لے کے دے دے وہ مسلمان نہیں، جو لے کے نہ دے وہ مسلمان ہے" کیونکہ مسلمان نادہندہ ہے۔ اگر لے کے دے دیتا ہے تو وہ اوپر سے مسلمان اندر سے ہندو ہے۔ یہ حضرتؒ کے جملے آپ لوگوں نے سنے ہوں گے، کیونکہ بعض احباب ایسے ہیں جو حضرتؒ کی مجلس میں ہمیشہ ہی شریک رہے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ "اوروں کو چھوڑو، میں ہوں، میرے درویش یا اللہ کا نام لینے والے یا سیکھنے والے میرے پاس آتے ہیں، چلو کوئی ایسا غریب مسکین بھی آ گیا، ٹھیک ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے، مجھ سے علماء نے، صوفیاء نے، طلبہ نے اگر ہزاروں وعدے کرکے کوئی تھوڑی بہت بھی رقم لی ہے تو آج تک ایک پیسہ واپس نہیں دیا۔ (لسٹ بھی حضرتؒ کے پاس — اب بھی موجود ہے) بڑے بڑے معززین، اونچے اونچے لوگ بھی اس لسٹ میں ہیں۔ جو اتنے چوٹی کے معززین اور اتنے چوٹی کے علماء ہیں، اگر وعدہ خلافی کرتے ہیں تو پھر اوروں سے کیا کہیں گے؟ لوگ اسی لئے تو اسلام سے متنفّر ہو گئے ہیں کیونکہ کتابیں دیکھتے ہیں، تعلیماتِ اسلامی قرآن میں دیکھتے ہیں، کئی مجاہدوں کے کے بعد بچاروں کو نجات کا صحیح راستہ ملتا ہے لیکن جب وہ مسلمانوں کے اعمال دیکھتے ہیں تو متنفّر ہو جاتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ — کہ صورت، سیرت، عمل، کردار ہمارا ایسا ہوتا کہ دنیا اُس سے متاثر ہوتی لیکن آج دنیا بدظن ہوتی ہے ہمارے عمل سے، یہ ایک وعدے ہی کی بات نہیں، سر تا پا ہمارے اخلاق و عادات ہی ایسے ہیں اور ہمارا دعوےٰ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور صحابہؓ نے دین پھیلایا ہی اخلاق سے ہے۔

## اسلام اخلاق کے زور سے پھیلا

دین تلوار سے نہیں پھیلا، یہ دشمنوں کا ہم پر الزام ہے کہ دین تلوار سے پھیلا۔ میں حضرت مدنیؒ کا مقولہ نقل کیا کرتا ہوں۔ آپ فرمایا کرتے تھے "میں نے تھوڑی دیر کے لئے مانا کہ دین بزورِ شمشیر پھیلا، لیکن کوئی بتا سکتا ہے۔ آریہ سماج یا مستشرقین یورپ میں سے کہ وہ کون سی تلوار تھی اہل اللہ و صوفیہ کے پاس؟ کوئی بتا سکتا ہے کہ اکبر نے کتنوں کو کلمہ پڑھایا؟ شاہ جہان نے کتنوں کو پڑھایا؟ جہانگیر نے کتنوں کو پڑھایا؟ ایک نہیں بتا سکیں گے کہ ایک بھی بادشاہ نے کسی کو کلمہ پڑھایا ہو۔ کلمہ پڑھایا تو حضرت ہجویریؒ نے، حضرت اجمیریؒ اور حضرت کلیریؒ نے اور حضرت لاہوریؒ کی مثال تو آپ کے سامنے ہے ہزاروں کی اصلاح و ہدایت کا موجب بنے۔ صوفیہ، اہل اللہ ہی کے راستے سے دین پھیلا، بے شک بڑے بڑے اولیاء کرام حکمران رہے جیسے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ لیکن لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ "دین میں زبردستی نہیں — تو حضرت مدنیؒ فرمایا کرتے تھے اگر صوفیہ نے دین پھیلایا تو وہ بزورِ اخلاق پھیلایا — اخلاق سے، عادات سے، خصائل سے، اور اپنا اسوہ اور نمونۂ نبوی پیش کرکے، اس میں پھر آپ دیکھ لیجئے کہ لاکھوں کلمے پڑھائے ہیں بزرگان دین نے لیکن کسی پر زبردستی نہیں۔ زبردستی کرتے بھی کیسے؟ ان کے پاس نہ کوئی فوج نہ سپاہ، نہ اُن کے پاس کوئی بندوق، نہ اُن کے پاس کوئی وسائل حیات، نہ یوں دولت ہے نہ ویسے اُن کے پاس بہتات ہے کسی قسم کی، نتیجہ ہر پھر کے یہی آتا ہے کہ علماء اور ان کے علاوہ مسلمانوں کے ذمے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ دینی اسوہ اور نمونہ پیش کریں۔ قولاً، فعلاً، علماً، عملاً، اور اہل اللہ اور صوفیاء نے دین پھیلایا تو اخلاق و پیار محبت سے اور یہ تفصیلات آپ "آبِ کوثر" "رودِ کوثر" "موجِ کوثر" کتابوں میں پڑھیں۔ میری نظر میں یہ کتابیں بہت اچھی ہیں۔ یہ اکرام صاحب کی تصنیفات ہیں جو محکمہ اوقاف کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ تین جلدوں میں انہوں نے مسلمانوں کی روحانی تاریخ مرتّب کر دی ہے یعنی اہل اللہ کے حالات و واقعات مختصر طریقے سے، پڑھنے کی چیز ہے، آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے، کہ اہل اللہ نے کس طرح سے جان جوکھوں میں ڈال کے، مصائب میں مبتلا رہ کر، کس طرح بھوک اور پیاس برداشت کی اور دین و دنیا دونوں کو ساتھ ساتھ چلانے کی تعلیم دی ہے

چلائے جا دین و دنیا کو دوش بدوش<br>
ہے جدا سب سے راستہ تیرا

## ایجنٹ حضرات سے التماس

۱۔ ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت اپنا کھاتہ نمبر اور پتہ صاف لکھا کریں۔

۲۔ جن حضرات کے بل واجب الادا ہیں۔ وہ بل کی ادائیگی جلد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(مینیجر)

# پردہ کی ضرورت و اہمیت

از قلم غلام رسول پینشنو
ڈیرہ غازی خان

قسط نمبر ۳

اس کی عزت اور عصمت کی چادر اتار کر اسے سر بازار عریاں کر دیا ہے۔ جہاں شیطان پورے لاؤ لشکر لے کے ساتھ کار فرما ہے ستم یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مظلوم نہیں سمجھتی کیونکہ مردوں نے ترقی تہذیب اور مساوات کے دبیز پردے اس کی آنکھوں اور دل و دماغ پر ڈال دیئے ہیں۔ وہ گھر سے باہر کی زندگی کو قابل رشک سمجھ رہی ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ اس آزادی اور بے پردگی میں اس کی عزت اور عصمت لٹ چکی ہے۔ یاد رکھیے کہ عورت کا اصلی جوہر تو شرم و حیا ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ حجاب اور حیا عورت کا حسن ہے اگر وہ حجاب اور حیا کو چھوڑ دیتی ہے تو اسے عورت کہلانے کا کوئی حق نہیں۔ اس کی آنکھوں میں تو سرمہ سے زیادہ شرم و حیا کی جھلک ہونی چاہیے آپ نے ہر قسم کی عورتیں دیکھی ہوں گی مگر جو خوبصورتی شرم و حیا رکھنے والی عورت میں ہو گی وہ بے پردہ عورت میں نہیں ہو سکتی حسن کی عزت اسی میں ہے کہ وہ پردہ میں رہے اگر حسن بالائے بام آجائے تو اس میں شیرینی اور چاشنی نہیں رہتی۔ جب کوئی چیز، سہل الحصول ہو جائے تو اس کی عزت اور قدر گھٹ جاتی ہے اس میں وہ کشش باقی نہیں رہتی جو کبھی اس کی تلاش میں تھی۔ مگر اب تو یہ حال ہے کہ عورتیں کہتی ہیں کہ پردہ تو دل کا ہے اور جب پردہ دل کا ہے تو جسم پہ پابندی کس لیے؟ (استغفر اللہ) سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کی اس قدر بے حرمتی کیسے برداشت کر لیتا ہے اور پھر عذر تراشنے لگ جاتا ہے۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ پردہ کی وجہ سے عورت ترقی نہیں کر سکتی۔ یہ بات سراسر نفس کی شرارت پر مبنی ہے۔ اصل میں دیکھا جائے تو عورت نے نہ تو دنیا کو فتح کرنا ہے اور نہ اس کا نظام چلانا ہے۔ اس کا دائرۂ کار تو اس کا گھر ہے اور بچوں کی پرورش اور تربیت ہے اور اسی کام کی صلاحیتیں اس میں رکھی گئی ہیں۔ دیکھنا چاہیئے کہ بے پردہ پھرنے والی عورت مختلف النوع مصروفیتوں کی وجہ سے یہ ذمہ داری کس طرح ادا کر سکتی ہے۔ علم حاصل کرنا یا ملازمت کرنا منع نہیں لیکن اگر اس کی راہ میں پردہ اور اس کے تقاضے محفوظ نہیں رہتے تو دین کی رو سے ناجائز ہے۔ ہر چھوٹی چیز کو بڑی پر قربان کر دینا عین انصاف ہے۔ ایک عارضی مادی فائدہ کے لیے اپنی عزت اور عصمت کو خطرہ میں ڈال دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟ ایک حیلہ جو انسان اپنے لیے بے شک وجہ جواز بنا سکتا ہے مگر یاد رہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے حیلہ اور بہانہ سے کام نہیں چل سکتا۔ سرکارِ عالم فخر دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک عورت نے عرض کی کہ حضور! مردوں کو تو اللہ تعالیٰ نے دین کے کام کرنے کے بہت سے مواقع فراہم کر دیے ہیں حتیٰ کہ جہاد جیسے متبرک اور بلند مقام میں شامل ہو سکتے ہیں لیکن ہم عورتوں کو گھریلو زندگی کی وجہ سے یہ مواقع میسّر نہیں ہم کیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اپنے گھر کا کام خود کرتی ہے اور اپنے بچوں کی تربیت اور پرورش کرتی ہے تو وہ جہاد کر رہی ہے۔ اسے جہاد کے برابر ثواب ملے گا تو دیکھو عورت کو اسلام نے یہ حق دے کر اس کے جذبات کی قدر کی ہے۔

(باقی آئندہ)

وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

۱۹۷۰ء

وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

ترجمہ:۔ اور تم سے تمہارے اعمال کی ضرور باز پرس ہو گی (القرآن الکریم)

# ایک رہنما کی خصوصیات

مورخہ ۲۴ر جنوری ۱۹۷۰ء کے روزنامہ پاکستان ٹائمز میں حکیم سید ارشاد صاحب (گجرات) کا ایک انگریزی مراسلہ عنوانِ بالا کے تحت شائع ہوا ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پاک صحابہ کبار کی مثالی زندگیوں کی چند جھلکیاں ہیں۔ افادیت کے پیشِ نظر اس کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ (محمد عثمان غنی)

## ہر ایک کے منہ میں اسلام کا لفظ ہے

بلحاظ رہنماؤں اور پیروکاروں کے انسانی معاشرہ کی تقسیم قانونِ قدرت ہے سیاسی رہنما ایک قسم کے اوزار ہیں۔ جن سے ایک قوم تنظیم بنتی ہے — گذشتہ بیس برس کے دوران سب سے زیادہ پُر لغزش ناکامی اچھے رہنماؤں کا فقدان ہے۔ اور آج کل تو ہر شخص صرف "اسلام" کا لفظ بول کر رہنما بننا چاہتا ہے۔ جس طرح ہمارے مذہب کی شب و روز بے ادبی کی جاتی ہے نہ صرف ہیں بلکہ اکثر لوگ بیزار ہو چکے ہیں۔ آئیے تاریخ کی ورق گردانی کریں تاکہ اس قسم کے رہنماؤں کی تلاش کی جائے جو ہماری تہذیب کے دورِ عروج میں اسلام نے پیدا کئے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس و طعام

ایک دفعہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماہوار وظیفہ میں اضافہ کی تجویز بعض صحابہ کرامؓ نے پیش کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بلایا تاکہ پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذاتی اثاثہ کے متعلق تفصیلات معلوم کر سکیں۔ حضرت حفصہؓ نے فرمایا۔ کہ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کپڑوں کے صرف دو جوڑے تھے۔ جن میں سے ایک آپؐ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے اور وفود سے ملاقات کے وقت زیبِ تن فرمایا کرتے اور دوسرا روزمرہ کے لباس کے طور پر استعمال فرماتے۔ آپؐ کا طعام جَو کی روٹی پر مشتمل ہوتا۔ بعض اوقات یہ شوربے میں بھگو لی جاتی اور بعض اوقات تھوڑا سا گھی لے کر اس کو چپڑ لیا جاتا۔ آپؐ کا بستر صرف ایک کھردرے کپڑے پر مشتمل ہوتا۔ گرمیوں میں آپؐ وہ نیچے بچھا لیا کرتے اور سردیوں میں اپنا جسم مبارک اس سے ڈھانپ لیتے"

## حضرت عمرِ فاروقؓ کا عشقِ رسولؐ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا۔ "ان لوگوں سے جا کر کہہ دو جو میرے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ مَیں رسولِ پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نقشِ قدم پہ چلوں گا اور ہر غیر ضروری چیز سے اجتناب کروں گا۔"

## حضرت ابوبکر صدیقؓ بطور خلیفہ اسلام

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لباس پر بارہ پیوند شمار کئے۔ جب آپؓ کو خلیفہ مقرر کیا گیا تو ایک معصوم لڑکی نے اپنا ایک فکر کا اظہار بدیں الفاظ کیا۔ "اب ہماری بکریاں کون چرایا کریگا؟"

آپؓ کی اہلیہ محترمہ نے روزانہ اخراجات میں سے چند درہم بچا لئے اور مٹھائی خریدنے کا خیال ظاہر فرمایا۔ جتنی بچت کہ اُن کی زوجۂ مکرمہ نے کی تھی اُسی نسبت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فی الفور بیت المال سے اپنا وظیفہ کم کروا دیا۔

جب آپؓ کا آخری وقت آیا تو آپؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ "جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے بدن سے یہ کپڑے اتار لینا، ان کو دھو لینا اور ان کو باہمدگر سی کر میرا کفن بنا لینا۔" حضرت عائشہؓ نے درخواست کی کہ اس کی وجہ ارشاد فرمائیں۔ آپؓ نے فرمایا "جو لوگ زندہ ہیں ان کو نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے بہ نسبت اُن کے جو وفات پا جائیں۔"

## حضرت عمر فاروقؓ بحیثیت خلیفۃ المسلمین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانۂ خلافت کے دوران عرب میں قحط پڑا۔ آپؓ نے قسم کھا لی کہ جب تک ملک میں قحط سالی رہے گی، مَیں نہ دودھ چکھوں گا نہ مکھن، سخت قسم کا کھانا اور روٹی کے سوکھے ہوئے ٹکڑے کھا کھا کے آپؓ کے پیٹ میں درد ہونے لگا۔ اپنے معدہ کو خطاب کرتے ہوئے خلیفہ دومؓ نے فرمایا۔ "جتنا مرضی ہے بڑبڑاؤ۔ لیکن تاوقتیکہ ملک میں قحط ہے تمہیں صرف گھٹیا قسم کا ہی کھانا ملے گا۔"

اپنے بیٹے کے ہاتھ میں کچھ پھل دیکھ کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے "میری رعایا بھوکوں مر رہی ہے کیا تمہیں پھل کھاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

زندگی بھر حضرت عمرؓ نے موٹا جھوٹا لباس پہنا، گھٹیا قسم کا کھانا کھایا اور فرشِ زمین پر سونے کو ترجیح دی۔ جب آپؓ ملک شام کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو آپؓ کی قمیص پھٹی ہوئی تھی۔ ایک عیسائی نے اس کو رفو کیا اور ایک ریشمی قمیص بھی پیش کی۔ خلیفۃ المسلمینؓ نے شکریہ کے ساتھ وہ واپس کر دی۔ صحرا کی تپتی ہوئی دھوپ میں آپؓ سرکاری اونٹوں کو صاف کیا کرتے اور اُن کی مالش کیا کرتے۔

## حضرت عثمان غنیؓ کی غریب پروری

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیش و عشرت کی گود میں پرورش پائی تھی۔ لیکن جب آپؓ خلیفہ بنے تو آپؓ نے اپنی دولت غرباء میں تقسیم فرما دی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ "آدمی کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ ماسوائے ایک کھانے، چھت کے نیچے ایک جگہ، پانی کے لئے ایک برتن اور تن ڈھانپنے کے لئے کپڑوں کے علاوہ کچھ اور قبول کرے" آپؓ کو اس چیز سے نفرت تھی کہ آپؓ کے اور ایک عام آدمی کے درمیان امتیاز کیا جائے۔

باقی صہ۱ پر

پاکستان کے جلیل القدر عالمِ دین اور تبلیغی جماعت کے معروف رہنما مولانا مفتی زین العابدین صاحب جو امسال بھی حج بیت اللہ کے لئے حجاز تشریف لے جا چکے ہیں۔ آپ نے ۱۹۶۱ء میں بھی جبکہ تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے حج و زیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔ ان دنوں آپ نے مدینہ طیبہ سے اپنے والا نامہ میں رقت آمیز اور وجد آفرین انداز میں تاثراتِ سفر تحریر کئے جو قارئین کے استفادہ کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں! (ادارہ)

# مدینہ طیبہ سے ایک مکتوبِ گرامی!

باسمہ اللہ

محترم و مکرم مجاہد صاحب زیدت الطافکم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، طالب عافیت بعافیت ۱۵ اپریل ۱۹۶۱ء کو لائلپور سے روانہ ہو کر کراچی پہنچا۔ مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ یہاں تھے اس لئے ۲۰ تک ان کے ساتھ رہا اور اس کے بعد سفرِ حج کی تیاری کی۔ الحمد للہ دو دن میں پاسپورٹ، کرنسی ٹکٹ اور دیگر ضروریات کی خریداری سے بسہولت فارغ ہو گیا۔

۲۳ اپریل ۶۱ء ظہر کے بعد جہاز روانہ ہوا اور بعافیت تامہ ۲۹ اپریل ۶۱ء صبح جدہ پہنچ گیا ۳۰ اپریل صبح بذریعہ کار مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور عشاء کے بعد وہاں پہنچ گئے جہاں کے لئے ہر زمانہ میں کروڑوں دل ترستے ہیں۔ جہاں جبریل علیہ السلام روزانہ کئی بار بھی آتے رہے، جہاں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم دس سال جلوہ افروز رہے، جہاں قرآن جیسی کتاب اتری، جہاں سے سارے عالم کو ایمان و اعمال صالحہ اور اخلاق ملے، یعنی وہ شہر آ گیا جو خداوند ذوالجلال کو اپنی پیدا کردہ پوری آبادی سے زیادہ محبوب ہے۔ جن لوگوں نے خط لکھے ہیں ان کو بھی حق ہے کہ جواب دیا جائے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ انہیں خط لکھ کر عملاً یہ سمجھایا جائے کہ وہ بھی خط لکھیں۔ مگر ۱۲ مئی ہو گئی اور کسی کو کچھ نہ لکھ سکا اور ۱۷ مئی کو مکہ معظمہ کے لئے روانگی ہے۔ یہاں آ کر ایک تقاضا یہ ہے کہ رب العالمین اور رحمۃ للعالمین کے درمیان جو باتیں اس شہر یا اس کے گرد و نواح میں ہوئی تھیں کم از کم ان مدنی سورتوں کو ضرور پڑھا جائے اور جب ان کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سرہانے بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا جاتا ہے تو ایک ایک آیت کا معلوم نہیں کتنی بار تکرار ہو جاتا ہے۔ نیز یہ جی چاہتا ہے ——— کہ مواجہہ شریف کے قریب خوب متوجہ ہو کر اس طرح بیٹھا جائے۔ جس طرح صحابہ کرامؓ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت میں فیض حاصل کرنے بیٹھا کرتے۔ جسے بعد اصطلاح میں مراقبہ کہا گیا۔ ادھر مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر اس دس سالہ تاریخ کو پڑھا جائے۔ جس نے دنیا میں انقلاب پیدا کیا اور یہاں مدینہ طیبہ کی تاریخ پڑھنا بھی ضروری ہے تاکہ آدمی جدھر جائے علیٰ وجہ البصیرۃ جائے اور اگر مسجد نبویؐ میں بھی تعلیمی حلقے نہ بنائے جائیں جہاں سے سارے عالم اسلام نے تعلیم پائی تھی تو پھر کہاں تعلیمی حلقے بنائیں گے۔ اور ادھر سخت تقاضا ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سنت دعوت و تبلیغ کے لئے، دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے مدینہ طیبہ کے گرد و نواح میں اور شہر میں پھرا جائے۔ پھر یہاں کے اکابر و اعیان کی خدمت میں حاضری اور اخلاقی فریضہ ہے اور ملنے والے احباب کی آمد پر ان کے ساتھ بیٹھنا، کھلانا پلانا، جہاں فریضہ ہے وہاں دعائیں لینے کا سامان ہے، آپ ہی فرمایئے۔ ع اتنے سے وقت میں بھلا کیا کیا کرے کوئی

اسے معذرت نامہ ہی کہا جا سکتا ہے، ایک خط گھر لکھا ہے اور ایک خط عزیز محمد افضل صاحب کو لکھا ہے اور یہ فرصت بھی بیماری نے پیدا کی، تین دن سے گلے میں تکلیف ہے، بولنا اور بآواز پڑھنا ڈاکٹر صاحب نے روک دیا۔ اس لئے اس موقع کو لکھنے کے لئے غنیمت سمجھا۔ اگر ندوہ، ساربان اور شہر کے ضروری جدید حالات سے آگاہ کر سکیں تو خط کا پتہ یہ ہے:

تمام احباب سے السلام علیکم عرض ہے اور درخواستِ دعا

از مدینہ طیبہ

مدرسہ صدیقیہ مکہ معظمہ اصطفےٰ منزل

زین العابدین

# حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(محمد نصیر ہمایوں)

امام مالک کے علاوہ امام لیث مصری رح، امام ابو حنیفہ رح، امام اوزاعی رح، عطاء بن ابی رباح عمرو بن دینار رح، عثمان بن عیینہ، ابن جریج اور اس طبقہ کے عام محدثین امام زہری رح کے شاگرد تھے لیکن ان سب میں سے زیادہ جس نے اس کے نام کو روشن کیا وہ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر رجال کا ناقد کون ہو سکتا ہے۔ ایک دن ان سے ان کے بیٹے نے پوچھا کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ وثوق کے قابل کون ہے تو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ:۔

"امام اعظم سب سے بڑھ کر ہیں"۔

اس زمانہ کی انصاف پسندی دیکھئے کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے باایں ہمہ علم وفضل خود اپنے شاگرد امام مالک رح سے بھی استفادہ میں عار نہیں کیا ہے۔ اور بعض شیوخ میں استاذ اور شاگرد دونوں مشترک ہیں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۴ ہجری میں دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

### امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

جعفر بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب معروف بہ امام جعفر صادق۔ اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ۔ عروہ بن زبیر عطاء اور محمد بن منکدر سے روایت حدیث کی۔

سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، شعبہ، ابو عاصم۔ یحییٰ انصاری۔ آپ کے تلامذہ ہیں۔

ابو حاتم جو ناقدین رجال میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

"امام جعفر صادق جیسے بزرگوں کی نسبت پوچھنا کہ وہ کیسے تھے ان کی کسرِ شان ہے"۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ

"امام سادات اہل بیت، عبّاد تبع تابعین اور علمائے مدینہ میں سے تھے"۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ

"امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ موثوق و مامون ہیں"۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں مصعب بن عبداللہ سے دو روائتیں نقل کی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ:۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بنی امیہ کے عہد حکومت تک امام جعفر صادق سے روایت نہیں کی۔ جب عباسیوں کا دورِ حکومت آیا تو ان سے روایت شروع کی۔

ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو لیکن جس خوف سے عہد اموی میں وہ ان سے احتراز کر سکتے تھے وہ خوف تو عباسیوں کے عہد میں بھی موجود تھا۔ پھر یہ سیاسی خوف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کو کیوں ہوتا اس جرم کے مجرم تو اور بھی تھے اور سب سے آخیر یہ کہ اگر ان کو اس کا ڈر تھا تو اسی عہد اموی میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے کیوں نہ ڈرے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جب تک تائیداً دوسرے راوی کو نہیں ملا لیتے۔ تنہا ان سے روایت حدیث نہیں کرتے۔ (یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف فی الروایۃ سمجھتے ہیں۔)

یہ روایت قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود ہمارے سامنے موجود ہے۔ اکثر روائتیں تنہا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے بغیر ضم روای آخر موجود ہیں۔

تعجب ہے کہ علامہ ذہبی نے ان روایات پر کوئی تنقید نہیں کی۔

۱۴۸ ہجری میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے وفات کے وقت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین بنایا۔ (بحوالہ مناقب امام مالک، عیسیٰ الزراوی، ص ۱۰۔ مصر۔ ذیل تزئین) لیکن ثقات مؤرخین کے ہاں یہ روایت مفقود ہے۔

### محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن المنکدر المدنی رحمۃ اللہ علیہ اکابر تابعین میں سے ہیں۔ اپنے والد بزرگوار منکدر بن عبداللہ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میزبان رسول مقبول سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابۂ عظام سے روایت کرتے ہیں۔

قسط نمبر ۵

امام زہری سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ حدیث کے شیخ الروایات ہیں:۔

ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "محمد بن المنکدر صدق و راستی کے معدن تھے"۔

مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صلحائے کرام کا ان کے پاس مجمع رہتا تھا۔ ۱۳۱ ہجری میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر مالک حقیقی سے جا ملے۔

### محمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ عظیم المرتبت اور جلیل القدر تابعی تھے، اپنے والد محترم یحییٰ بن حبان اور اپنے چچا واسع بن حبان کے علاوہ کبار اصحاب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیر ہم سے روایت کرنے کا شرف رکھتے ہیں۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، لیث مصری رح اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آخری آرامگاہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درس حدیث دیتے تھے۔ اور ان کا ایک مستقل حلقۂ درس ہوتا تھا۔

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فتوے بھی صادر فرماتے تھے۔ نسائی۔ ابن معین اور ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے ۱۲۱ ہجری میں ۷۴ سال کی عمر میں دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔

(باقی آئندہ)

## درس قرآن

# قرآن سے آگے مت قدم اٹھاؤ!

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ العالی

۱۷

مَیں پہلے عرض کر چکا ہوں ــــ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو منصب ہیں (۱) قرآن کا پہنچانا ــ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ○ (النحل ۳۵) ہر رسول کے ذمے لازم ہے کہ وہ اللہ کی بات کو پہنچا دے (۲) لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (النحل ۴۴) تاکہ آپ لوگوں کے لئے بیان کر دیں اُس بات کو جو اُن کی طرف نازل کی گئی۔ تو اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پہنچا دیا امت تک اور بیان نہیں کیا، تو امت بیان کے لئے کسی اور کی محتاج ہو گی۔ اور ادھر قرآن نے یہ بھی فیصلہ فرما دیا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط (احزاب ۴۰) اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے والا کوئی نہیں۔ حضورؐ نے اپنا دین کامل طور پر پیش فرمایا، اور اور اس لئے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ہمیں قرآن کی دولت سے نوازا وہاں قرآن کی تشریح سے بھی ہمیں نوازا۔ اور وہ تشریح کیا ہے؟ سنّت ہے اور حدیث ہے جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، جو ہمارے بھائی غلطی سے حدیث کو یا سنّت کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتے اور اپنی عقلوں کے زور پر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی دو قدم آگے جانا چاہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) اور قرآن تو یہ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط (الحجرات ۱) اے مسلمانو! اے ایمان والو! جو تم لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پڑھ چکے ہو ــــ تم نے اس کلمے میں دو باتوں کا اقرار کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ جو خدا سے کچھ پیغام لائے ہیں اور پیغام لانے والا خالی پیغام ہی نہیں دیا کرتا۔ پیغام کی حقیقت بھی سمجھا دیا کرتا ہے اور اللہ کا کلام کیا ہے؟ حدیث اور سنّت۔ اس لئے فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ اے ایمان والو! نہ تو اللہ سے آگے چلو، نہ اللہ کے رسولؐ سے آگے چلو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ ط اور خدا سے ڈرتے رہو۔ اللہ کے آگے چلنے کا مطلب کیا ہے؟ خدا کوئی بدن ہے؟ جسم ہے کہ میرے ساتھ چلے اور مَیں خدا سے آگے نکل جاؤں؟ اللہ سے آگے چلنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے آگے مت قدم اٹھاؤ۔ جس بات کو قرآن نے حرام کر دیا اس کو حرام سمجھو۔ جس بات کو قرآن نے حلال کر دیا۔ اس کو حلال سمجھو، جو بات قرآن نے بتا دی، تمہارا قدم وہاں پر رُک جانا چاہئے اور اسی طرح رسولؐ سے آگے نہ چلو۔ کیا مطلب ہے رسول سے آگے چلنے کا؟ کہ جو بات فرما دی جناب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بس وہ بات آخری بات ہے اُس سے آگے مت چلو۔

مَیں عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن مجید کی وہ تشریح جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور اس تشریح کی روشنی میں جو علماء اسلام نے تفاسیر مرتب کی ہیں اُن کی چار چار سو جلدیں موجود ہیں۔ تو مجھ جیسے گنہگار کا تو کوئی مقام ہی نہیں، اس لئے مَیں نفس موضوع کی طرف آتا ہوں۔

گذشتہ نشست میں قرآن مجید کی جو آیات پڑھی گئی تھیں ان میں اللہ تعالےٰ نے آفاقی دلائل میں سے ایک دلیل پیش کی تھی قرآن کی صداقت پر، اپنی توحید پر اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر، اور قیامت کے مسئلے پر۔ فرمایا تھا کہ دیکھئے زمین میں مختلف ٹکڑے آپس میں ملے ہوئے ہیں، ایک باغ لے لیجئے، ایک باغیچہ لے لیجئے، ایک کھیت لے لیجئے۔ گندم، جَو، سرسوں اور تارا میرا ایک ہی وقت میں اُگتے ہیں۔ چھوٹی سی قہوے کی پیالی میں آپ مٹی ڈالیں اور اس مٹی میں آپ چاروں بیج ڈال دیں، اس کو پانی دیں۔ پیالی والا مالک ایک، پیالی ایک، مٹی ایک، پانی ڈالنے والا ایک، بیج چار ہیں۔ تو کتنی کونپلیں نکلیں گی؟ چار ــــ اس مٹی میں سے جَو کا پودا بھی نمو کرے گا، اُس مٹی میں سے گندم کی بال بھی نکلے گی، اس مٹی میں سے تارا میرا اور سرسوں کی بالیں بھی نکلیں گی۔ تو یہ کون سی طاقت ہے جس نے اس مٹی میں ایسے کارخانے لگا دئے جن کارخانوں نے بلا کسی کوئلے کے، گیس کے اور بلا کسی انجنیئر اور فٹر کے خود بخود اندر کام کیا۔ آپ نے بیج بو ڈالا وہ چاروں ہی اپنی حقیقت کو لے کر نکلے۔ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ○ یہ وہی اللہ ہے جو ساری کائنات کا رب ہے۔ اور اسی میں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے بیٹا مسلمان ہے، باپ (نعوذ باللہ) کافر ہے۔ باپ مسلمان ہے، بیٹا کافر ہے۔ کھیت ایک ہے، اُسی میں سے کچھ کڑوا نکل رہا ہے، کچھ میٹھا نکل رہا ہے۔ کچھ مضر نکل رہا ہے، کچھ مفید نکل رہا ہے۔ اور پھر اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جو ہم بوئیں گے وہی ہم کاٹیں گے۔ اسی طرح جب ہم دنیا سے چلے جائیں گے، اگر ہم مسلمان ہو کر گئے دنیا سے (اللہ میرا آپ کا خاتمہ ایمان پر فرمائے) تو قیامت کے دن اپنی قبروں سے ہم لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ط پڑھنے والے ہو کر نکلیں گے اور اگر خدا نخواستہ کوئی انسان دنیا سے مردود ہو گیا۔ جیسے وہ دفن ہوا

ویسے ہی وہ نکلے گا۔ کَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ط وَعْدًا عَلَیْنَا ط اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ o (الانبیاء ۱۰۴) بلکہ علماء کلام تو اس حد تک لکھتے ہیں۔ کہ جس کیفیت کے ساتھ انسان مرے گا۔ اُسی کیفیت کے ساتھ نکلے گا۔ مرتے وقت اس کی جو آواز تھی، جو لہجہ تھا، جو گفتار تھی، جو رفتار تھی اسی رفتار کے ساتھ، اسی گفتار کے ساتھ، اسی لہجے کے ساتھ، اسی شکل و شباہت کے ساتھ اپنی قبر سے نکلے گا۔ بالکل تیار ہو کر نکلے گا۔ تبھی تو پہچانیں گے۔ قرآن میں آتا ہے یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ (یونس ۴۵) آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے — جیسے دفن ہوئے تھے ویسے ہی نکلیں گے۔ فرمایا۔ تُو مجھے اپنے جیسا مت سمجھ، ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ۔ یہ باتیں اللہ کے ہاں بڑی آسان ہیں۔ وہ چاہے کر سکتا ہے اُس کو کوئی روکنے والی طاقت نہیں — تو یہ دلیل کیا تھی؟ یہ تو آفاقی دلیل تھی۔ اور یہ ایسی دلیل دی جو ہر کسی کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

آگے فرمایا۔ وَاِنْ تَعْجَبْ، اے میرے حبیب! ان کھلے دلائل کے ہوتے ہوئے، ویسے اگر یہ دلائل نہ بھی ہوں تو ہمارے مناطقہ کے ہاں یہ ایک مسئلہ ہے کہ وَاجِبُ الْوُجُوْد اَجَلُّ البدیہیات یعنی مناطقہ جو گذرے ہیں، پہلے زمانے کے منطقی اور فلسفی، اُن میں سے علماءِ اسلام جو تھے، انہوں نے فلسفے کے طریقے پر بھی دلائل پیش کئے اور علمِ کلام اس لئے بنایا علماءِ اسلام نے تاکہ اس وقت کی جو سائنس تھی اور طبِّ یونانی اور فلسفہ یونانی تھا اس کا جواب دیا جائے۔ امام غزالیؒ اور امام رازیؒ بلکہ خود ابن سینا وغیرہ لوگ جو گذرے ہیں۔ انہوں نے اس زمانے کے فلسفۂ قدیم کا توڑ پیش کیا جیسا کہ آج ہمارے علماءِ اسلام اس نئے فلسفے کا توڑ پیش کر رہے ہیں — تو بتایا، کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اَجَلُّ الْبَدِیْهِیَّات ہیں — اور وہ ذات کون سی ذات ہے؟ وہ واجب الوجود کی ذات ہے۔ یعنی موجود دو قسم پہ ہے ؎

موجود منقسم بدو قسم است نزد عقل
یک واجب الوجود دگر ممکن الوجود

جو کائنات میں چیزیں موجود ہیں یہ دو قسم پر ہیں ایک واجب الوجود جس کا وجود ہمیشہ سے ہے، ہے۔ ہمیشہ رہے گا۔ ایک ممکن الوجود، جس کا وجود پہلے نہیں تھا، اب ہے، پھر ختم ہو جائے گا۔ اور سارے ہی اگر ممکن الوجود ہوں، کوئی واجب الوجود نہ ہو تو ایک "ممکن" دوسرے "ممکن" کو پیدا نہیں کر سکتا۔ یہ ہم ویسے سمجھتے رہتے ہیں — بھائی! جس کو خود چارج شیٹ (CHARGE SHEET) لگی ہوئی ہو آپ کے محکمے میں کیا وہ کسی دوسرے کو ملازم کرا سکتا ہے؟ وہ کسی دوسرے کا کفیل ہو سکتا ہے؟ وہ کسی دوسرے کا گواہ بن سکتا ہے؟ کسی کی شہادت دے سکتا ہے وہ؟ وہ تو خود پھنسا ہوا ہے۔ جو آدمی اپنے وجود پر برقرار نہیں رہ سکتا، اُسے یہ نہیں پتہ گھنٹے کے بعد میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے، کیا وہ کسی دوسرے "ممکن" کو پیدا کر سکتا ہے؟ ممکنات کے لئے کسی ایسے وجود کی ضرورت ہے جو واجب الوجود ہو، جس کے اندر کوئی تغیر نہ آئے۔ اور وہ تغیر نہ آنے والی ذات کس کی ہے؟ ربّ العالمین کی — اللہ تعالےٰ اَجَلُّ الْبَدِیْهِیَّات ہیں۔ یعنی اگر کوئی بھی دلیل نہ ہوتی۔ ہم اپنی جان کو دیکھ کر سوچ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ o (الذّاریات ۲۱)

فرمایا۔ وَاِنْ تَعْجَبْ۔ میرے حبیبؐ! آپؐ کو تعجب آتا ہے کہ یہ بدبخت اتنی واضح دلائل دیکھنے کے بعد ایمان کیوں نہیں لاتے؟ تعجب کی کیا بات ہے۔ وَاِنْ تَعْجَبْ۔ اگر آپؐ کو تعجب ہے اس بات پر — اور ہونا بھی چاہئے کہ اتنی واضح چیز دیکھ کر ایمان نہیں لاتے!! — میرے بھائی! اگر کوئی بھی دلیل نہ ہوتی، خدا کے وجود کے لئے تو مَیں تو یہ عرض کرتا ہوں کہ میرا اور آپ کا اور ساری دنیا کے انسانوں کا یہ چہرہ جو ہے، یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ کوئی خالق ہے، کوئی مالک ہے۔ آپ سوچیں ہماری چوٹی سے لے کر کے ہماری ٹھوڑی تک یہ کتنے بالشت بنتا ہے؟ کتنے فٹ کا ایریا ہے؟ کوئی میلوں میں ہے؟ ایکڑوں میں ہے؟ کنس میں ہے؟ یہ تو بالکل چند انچ کا ایریا ہے۔ اس میں کتنی مشینیں ہیں؟ کتنی فیکٹریاں کام کر رہی ہیں؟ زبان کو دیکھو، الگ فیکٹری ہے، دانتوں کی الگ فیکٹری ہے، کانوں کی الگ فیکٹری ہے، آنکھوں کی الگ فیکٹری ہے اور دماغ کی الگ فیکٹری ہے — یہ تو موٹی موٹی ہیں جو مَیں اور آپ سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن نے اس لئے کہا، شکوہ کیا بندے پر — یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ o لا الَّذِیْ خَلَقَكَ فَعَدَلَكَ o لا فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ o لا (الانفطار ۶ تا ۸) اے انسان! تجھے کس چیز نے مغرور کر ڈالا؟ تجھے کس چیز نے دھوکا دے دیا؟ کہ تُو اپنے اس کریم رب کا منکر بن گیا کہ جس نے تجھے پیدا کیا، تجھے برابر بنایا اور پھر تجھے جو شکل دینی چاہئے تھی وہ دے کر دنیا میں بھیج دیا، اس خدا کا تُو منکر ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ o وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ o وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ o (البلد ۸ تا ۱۱) اے انسان! تیری آنکھیں مَیں نے نہیں بنائیں؟ مَیں قوت بینائی کو ختم کر دُوں، کوئی دے سکتا ہے قوتِ بینائی؟ نہیں دے سکتا۔ مَیں اگر تمہاری زبان کو گونگا کر دوں، کوئی زبان دے سکتا ہے؟ نہیں دے سکتا۔ مَیں ہونٹوں کو کاٹ ڈالوں، برص پیدا کر دوں، جذام کا مرض پیدا کر دوں (اللہ بیماروں کو شفا عطا فرمائے)۔ کوئی ہونٹ دے سکتا ہے؟ مَیں دانت دُکھا دوں، تم دانت نکلوا کر دوسرا مصنوعی دانت تو لگوا سکتے ہو لیکن پہلے کو فٹ نہیں کر سکتے، ہے کوئی طاقت جو پہلے کو پھر فٹ کر دے؟ وہ نکال دو۔ ڈاکٹر کیا کہتا ہے؟ علاج دندان اخراج دنداں "نکالو جی، دوسرا لگا دیں گے" — ارے بھائی سائنسدان صاحب! اسی کو فٹ کر دو، مَیں تمہاری سائنس کا قائل ہو جاؤں گا جس کو خدا ناقص کر دے، کوئی کامل

(باقی ص۱۸ پر)

# آزاد کشمیر کو خود مختار ریاست بنانے کی خطرناک تجویز

## نتائج و عواقب کا حقیقت پسندانہ تجزیہ

سردار محمد عبدالقیوم خاں، صدر آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس

یہ تجویز چونکہ تخریبی ذہن کی ارتقائی پیداوار ہے اور اس کو ایسے خوشرنگ لبادہ میں پیش کیا جا رہا ہے کہ سادہ لوح اور معصوم مسلمان بہت حد تک اس سے گمراہ ہو سکتے ہیں۔ جس طرح کئی دوسرے معاملات کو بھی ایسے ہی رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ ہم پاکستان کے لئے ہی تو کر رہے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ لوگ عوام کو اس قدر سادہ اور بے شعور کیوں سمجھتے ہیں؟ وہ گمان کرتے ہیں کہ ان کی گہری چالوں سے کوئی واقف نہیں ہو سکے گا ہماری کتنی بدقسمتی ہے کہ آزاد کشمیر کو خود مختار منوانے کے نعرے نے اس ملک کے پڑھے لکھے طبقہ کو بھی نظر بظاہر ایک حد تک متاثر کیا ہے جبکہ اس کے تباہ کن مضمرات اور زہر ہلاہل اثرات کو سمجھنے کی طرف کم توجہ دی گئی ہے لیکن ہر وہ صاحب فکر و رائے جس نے اس پر غور کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے ان واضح خطرات کے احساس سے گھبرا اٹھا ہے۔ جو اس "دلفریب نعرے" کے پس منظر میں چھپے ہوئے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ یہ نعرہ مشرقی پاکستان کی خود مختاری کے نعرے سے بھی زیادہ پُر فریب اور خطرناک طریقے سے پیش کیا جا رہا ہے البتہ اس کے انتہائی زہریلے اور ہلاکت خیز نشتر بعض خصوصی وجوہات کی بنا پر دکھائی نہیں دیتے۔

آزاد کشمیر کو خود مختار کرنے کی تجویز پر غور کرنے اور اس کے نتائج و عواقب کو سمجھنے کے لئے چند ضروری امور کو سامنے رکھنا چاہئے۔ اس کے پس منظر میں تین اہم باتیں کار فرما ہیں۔ ایک وہی فتنۂ علیحدگی جس کی بنیاد سامراجی سازشوں کے پیدا کردہ جغرافیائی، قبیلائی، مذہبی اور لسانی تعصبات ہیں جو درحقیقت مسلمانوں کی طاقت بکھیرنے کی ایک نہایت ہی خطرناک اور مسموم یہودی سازش ہے جس کے نتائج انتہائی خوفناک اور بھیانک ہو سکتے ہیں۔ اپنے ذہن کو اس سازش کی گہرائی میں لے جائیے۔ فرض کیا کہ پاکستان آزاد کشمیر کو ایک خود مختار ریاست کی حیثیت سے تسلیم کر لے تو پھر منگلا ڈیم کی حیثیت کیا ہوگی؟ جس پر کہ مغربی پاکستان کے اکثر زرعی اضلاع کی شادابی اور زرعی خوشحالی کا انحصار ہے۔ علاوہ ازیں آزاد کشمیر پاکستان کو عمارتی لکڑی مہیا کرتا ہے۔ اگر اس کی بندش ہو جائے تو پاکستان کی تعمیراتی ضرورت کہاں سے پوری کی جائے گی۔ کم از کم ہر فکر رکھنے والے پاکستانی کو سوچنا چاہئے کہ سطحی مگر پُر فریب نعروں کے قبول کر لینے سے ساری قوم لامتناہی مشکلات سے دوچار ہو جائے گی۔

اس تجویز کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کچھ ریاستی باشندے اس وجہ سے بھی اس کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ اولاً خود حکومت پاکستان خصوصاً پاکستان کی سابق حکومت کی عدیم المثال غلطیوں میں سے ایک فاش غلطی اس نعرے کی حمایت تھی جس سے کئی سادہ لوح اذہان اور وہ لوگ جو حکومت ہی کو ہر چیز کا تریاق سمجھتے ہیں گمراہ ہوئے۔ ہماری بے عقل اور بے مغز افسر شاہی کا ایک اور شاہکار ملاحظہ فرمائیے کہ جن دنوں پاکستان کا جھکاؤ امریکہ کی طرف بہت زیادہ تھا تو افسر شاہی نے مجھے کمیونسٹ بنائے رکھا اور جب ایوب خاں کے دور میں اسلام زیر عتاب آیا تو مجھے کٹر قسم کا مسلمان قرار دے کر حکومت کا دشمن قرار دیا گیا، وقتاً فوقتاً ہیچوں قسم کے جو ڈرامے سٹیج کئے جاتے رہے ان سے قومی سطح پر جو جو نقصانات ہوئے ان کی تفصیل تو بہت طویل ہے۔ تاہم محب وطن کو غیر محب وطن قرار دے کر صحیح معنوں میں تخریبی عناصر کو بھرپور حمایت حاصل رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس ملک کی سالمیت پر کھلے بندوں کلہاڑے چلاتے رہے۔ میرے خلاف ایک بڑا اور ناقابل معافی الزام یہ بھی لگایا جاتا رہا کہ میں موجودہ حدِ متارکہ جنگ کو قبول نہیں کرتا اور افسر شاہی کا یہ بھی خیال غلط تھا کہ اگر آزاد کشمیر میں مسلم کانفرنس اقتدار پر قابض ہو جاتی ہے تو افسر شاہی کے اس قبلہ و کعبہ کی بے حرمتی ہو جانا یقینی امر تھا جسے وہ حدِ متارکہ جنگ کے نام سے پکارتی ہے چنانچہ مسلم کانفرنس کو اقتدار سے دور رکھنے کا ہر طرح سے بندوبست کیا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں جب میں منسٹر تھا مجھے محض اس جرم کی پاداش میں کہ میں حدِ متارکہ جنگ کی بے حرمتی کرنے والا تھا سوا سال تک پابندِ سلاسل رکھا گیا اور میرے اس خیال کو ملک دشمنی پر محمول کیا گیا کہ میں حدِ متارکہ جنگ کے تقدس کو نہیں مانتا اور اس کی بے ادبی کا خیال کیا تھا۔

بہرحال ایک وقت ایسا آیا کہ حکومت نے جو آزاد کشمیر کو تسلیم کرانے کے نعرے پر غور کر رہی تھی اس نعرے کی بدولت مسٹر کے ایچ خورشید ہی کو قربانی کا بکرا بنایا گیا اور صدارت سے الگ کر کے گرفتار بھی کیا۔ تاہم وہ ضروری اقدامات جو اس نعرے کے مضمرات معلوم ہو جانے پر کئے جانے چاہئے تھے نہ کئے گئے۔ یہاں یہ ذکر

کے کرنا بھی ضروری ہے کہ ایوب خاں کی حکومت نے نہ صرف اس نعرے کی حمایت کی بلکہ اس کو روبعمل لانے کے لئے وزارت امور کشمیر میں باقاعدہ ایک دفتر بھی کھولا گیا اور ایک قانونی مشیر کو بھاری معاوضہ کے عوض مقرر بھی کیا گیا۔ اس دورِ نامسعود کا ایک وزیرِ خارجہ بھی جو ہماری قومی بدنصیبی کی ایک اور ازلی علامت تھا، اس تحریک کا بڑا علمبردار اور محرّک تھا۔ اس خطرناک تحریک کو انتخابی نعرہ کے طور پر پوری پروپیگنڈا مشینری کے ساتھ اس وقت شروع کیا گیا جبکہ بی، ڈی نظام کے تحت آزاد کشمیر میں صدارتی انتخاب ہو رہا تھا۔ ایسے وقت میں ایسے نعرہ کا استعمال اور حکومتِ پاکستان کی طرف سے اس کی پشت پناہی کا جو ردِ عمل ہوا اس وقت اس کا تصور بھی ناممکن ہے۔ بڑے بڑے محبِ وطن اور محبِ پاکستان دم توڑ کر رہ گئے۔ یہ اعلانات ہمارے لئے پیامِ اجل سے کم نہ تھے یہ وہ زمانہ تھا، جب پاکستان کے ابتر اندرونی حالات کی وجہ سے تمام لوگ مارشل لاء سے نیک توقعات وابستہ کئے ہوئے تھے اور کوئی شخص بھی حکومت کی کسی بات کو بدنیتی پہ محمول نہ کرتا تھا۔ دوسری مارشل لاء کے باعث حکومت کا احترام ضروری حدود سے متجاوز تھا۔ کچھ رازدان کہتے تھے کہ یہ ایک ایسا وقت تھا جب ایوب خاں کا نام کوئی بے وضو نہ لیتا تھا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کی بصیرت مسلّمہ ہے وہ ایوب خاں کے ان اقدامات کو قوم کے لئے نہایت ہی مضر خیال کرتے تھے دبے لفظوں میں بھی اور برملا بھی قوم کو خبردار کر رہے تھے، ان بصیرت رکھنے والے زعماء میں قائدِ کشمیر چوہدری غلام عباس مرحوم کی آواز ہی سب سے زیادہ بلند اور موثر تھی۔ (باقی آئندہ)

## بقیہ : خطبہ جمعہ

کو فائدہ پہنچتا، فولاد کا کارخانہ لگایا جاتا، پٹرولیم کی تلاش کی جاتی، مصنوعی نمک کی صنعت کو فروغ دیا جاتا، زرِ مبادلہ کی بچت ہوتی اور ملک و قوم خوشحالی سے ہمکنار ہوتے۔ علماءِ حق فریضۂ تبلیغ انجام دیتے رہے اور غیر اسلامی اور غیر فطری کاموں سے منع کرتے رہے۔ لیکن ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی گئی۔ بلکہ ان کے راستے میں روڑے اٹکائے گئے اور ایسے لوگ ان پر فتوے صادر کرنے لگے جن کو دین اور اسلام سے دُور کا واسطہ تک نہیں تھا۔ جن کو مذہب کی بنیادی تعلیم سے بھی واقفیت نہیں تھی۔ البتہ ان کو اپنے ناپاک مقاصد کے لئے وسائل حاصل تھے۔ لیکن علماءِ حق ان رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے کام کو بطریقِ احسن انجام دیتے رہے۔ کیونکہ سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے انبیاء کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن چونکہ سلسلۂ نبوّت ختم ہو چکا ہے اس لئے اب فریضۂ تبلیغ علماء کے ذمّہ ہے۔ لہٰذا ان پہ ناروا لب کشائی کرنا یا ان کے خلاف الزام تراشی اور فتویٰ بازی یہ اسلام کی صریح مخالفت کے مترادف ہے ـــ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو علماءِ حق کے ساتھ مل کر اسلام کی خدمت کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ وما علینا الا البلاغ۔

## بقیہ : ادارتی نوٹ

پاکستانی و کشمیری رہنماؤں سے گذارش ہے کہ وہ اپنے اختلافات کی بساط لپیٹ دیں اور متحد ہو کر آزادیٔ کشمیر کے لئے عملی جد و جہد میں رہنمائی فرمائیں۔ ممکن ہے کشمیر کی جنّت نظیر وادی میں بہار آ جائے، پچاس لاکھ مظلوم کشمیریوں کے گھروں میں آزادی کا سورج طلوع ہو اور سالہا سال سے ظلم و تشدّد کی چکّی میں پسنے والے مقہور مسلمان آزاد فضا میں سانس لے سکیں۔

## دعائے مغفرت

● ہمارے ایک عزیز دوست جناب عبدالستار صاحب سیکرٹری فورڈ فاؤنڈیشن اسلام آباد کے والدِ محترم خادم العلماء مولوی عبدالجبار صاحب مورخہ ۲۰ر جنوری ۷۰ء کو رحلت فرما گئے ہیں۔ قارئین خدام الدین سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ڈاکٹر حکیم محمد عثمان غنی)

● فیض محمد براہوئی کوئٹہ والے کے بڑے بھائی تاج محمد عرصۂ دراز کی علالت کے بعد ۳ر فروری ۷۰ء کو اللہ جلشانہٗ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین خدام الدین سے گذارش ہے دعا فرمائیں کہ مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت نصیب فرمائے اور اس کے والدین اور برادران کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

احمد شاہ ابدالی رحمت اللہ روہیلہ کو دہلی کا گورنر بنا کر چلا گیا۔ رحمت اللہ امام صاحب کا مرید تھا۔ نادر شاہ نے افغانستان کو اپنے قبضے میں کرکے ایران کا حصّہ بنا لیا تھا احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۴۹ء میں اسے آزاد کرا لیا پہلے افغانستان برِ عظیم ہند کا صوبہ تھا۔ اب خود مختار ہو گیا۔ ۱۷۵۷ء میں جنگ پلاسی ہوئی جس میں شجاع الدّولہ نواب بنگال مارا گیا۔ اور انگریز غالب آئے۔ ۱۷۶۲ء میں شاہ عالم شہنشاہِ دہلی نے انگریزوں کو بنگال اور بہار کی تحصیلداری دے دی تھی۔

امام صاحب نے اس افراتفری کے دور میں اپنے فکر کو مدوّن کیا۔ حج کے بعد وطن واپس آئے تو تحریک شروع کی۔

## امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فکر و فلسفہ

سب سے پہلے فارسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ کیا۔ یہ عوام کے لیے ترجمہ تھا جیسا کہ دیباچے میں لکھا ہے کہ "اہل حرفہ اور سپاہیوں کے بچوں کو عربی کی تعلیم پوری حاصل کرنے کی امید نہیں ہوتی"۔ اس لیے یہ کتاب بچپن ہی میں پڑھا دینی چاہیئے تاکہ سب سے پہلے جو چیز ان کے دماغ میں اترے وہ اللہ کی کتاب کے مطالب ہی ہوں۔" اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "اللہ ربّ العزّت نے چاہا تو اس سے عام مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔" اس کے لیے درس کا طریقہ تجویز کیا کہ ترجمہ پڑھ کر سنا دیا جائے پھر مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دو شرحیں لکھیں۔ فکر کو مدوّن کیا تو "حجۃ اللہ البالغہ" لکھی۔ یہ دین ماننے والوں کے لیے ہے اور جو دین کو تسلیم نہیں کرتے اُن کے لیے "بدور بازغہ" لکھی۔ ان میں حجۃ اللہ البالغہ کی بحثیں عقلی انداز میں پیش کیں۔ قرآن وحدیث سے بحث نہیں کی۔ ان کی سب سے اونچی کتاب "خیر کثیر" ہے اللہ تعالیٰ ساری کائنات میں کس طرح تصرف کرتے ہیں۔ یہ بحث "سطعات" میں ہے۔

اجتماعی زندگی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہمارے زمانے کے لوگ ان دو باتوں کو خوب سمجھ لیں یعنی شہری زندگی کی بہبود اس میں ہے کہ ٹیکس ہلکے ہوں اور ملازمین حکومت بقدر ضرورت"۔ (حجۃ اللہ البالغہ جلد اوّل صہ ۱۵۴) پھر رومی اور ایرانی حکومتوں کی عیاشی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "غرض ان ملوکِ ایران وروم کی داستان پاستان کہاں تک بیان کی جائے۔ تم اپنے زمانے کے اُمرائے دہلی کی جو حالت دیکھتے ہو، وہی ان ملوک ایران وروم کی حالت کا قیاس کرنے کے لیے کافی ہے"۔ (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول صہ ۱۰۶) اور پھر لکھتے ہیں کہ "خداوند تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حکومت کے ذریعے سے قیصر و کسریٰ کی حکومت کو برباد کردے اور آپؐ کی لیڈر شپ کے ذریعے سے اُن کی لیڈر شپ کو ختم کردے چنانچہ آپؐ کے وجود سے کسریٰ ہلاک ہو گیا پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر کی قیصریت ختم ہو گئی اور پھر کوئی اس کا جانشین نہ ہو سکے گا (حجۃ اللہ البالغہ صہ ۱۰۶) چنانچہ حضرت امام نے جو افکار پیش کیے ہیں وہ آج کے دور کے لیے نہایت ضروری ہیں۔

> "خداوند تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حکومت کے ذریعے سے قیصرو کسریٰ کی حکومت کو برباد کر دے"۔
>
> امام ولی اللہ دہلوی

امام صاحب نے سیاسیات، اقتصادیات، اخلاقیات اور روحانیات سب پر لکھا ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جوں جوں جدید طبیعیات ترقی کرتی جاتی ہیں امام صاحب کے فکر کی تصدیق ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً ۱۹۳۹ء کے بعد یہ امر طے ہو گیا کہ مادہ مادی نہیں ہے بلکہ ایک قسم کی قوت "منجمد" ہو کر مادہ بن گئی ہے امام صاحب نے اور آپ کی حکمت کی تشریح میں اُن کے پوتے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ بالاکوٹ نے بھی یہی لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب کا فکر پاکستان کی سیاسی اقتصادی اور مذہبی پالیسیوں کی رہنمائی بخوبی کر سکتا ہے اور اگر یہاں اس "فکرِ امام" کو اپنا لیا جائے تو پاکستان تمام اقوام عالم کا لیڈر بن سکتا ہے بھارت کا ہندو اپنے قدیم برہمن اور سیاسی و اقتصادی خیالات کے ساتھ اس دور میں نہیں چل سکتا۔ اب اگر کوئی فکر دنیا کی رہنمائی کر سکتا ہے تو وہ قرآن کریم کا جامع فکر ہے مگر اس تشریح کے ساتھ مفید اور غالب ہو سکتا ہے جو امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے ؛

## پروگرام حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

یکم مارچ ۱۹۷۰ء بروز اتوار سیالکوٹ میں جمعیۃ علماء اسلام کے جلسہ میں ۱۰ بجے صبح تقریر فرمائیں گے مولانا محمد اکرم صاحب اور مولانا محمد اجمل صاحب ناظم بھی تقریر فرمائیں گے۔ اسی روز ڈسکہ تشریف لے جائیں گے اور بعد نماز عشاء تقریر فرمائیں گے۔ (حاجی بشیر احمد)

## بقیہ: ایک رہنما کی خصوصیات

### حضرت علی بطور خلیفہ چہارم

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ہی وقت میں کبھی دو کھانے نہ چکھتے۔ ۱۹ار رمضان کو آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ شدید طور پر زخمی ہو گئے۔ آپ کی صاحبزادی جَو کی روٹی، تھوڑا سا دودھ اور کچھ نمک لائیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "بیٹی! تم نے کبھی اپنے باپ کو ایک ہی وقت میں دو کھانے کھاتے دیکھا ہے؟" بیٹی نے نمک واپس لے لیا۔ لیکن حضرت علیؓ نے نمک پر دودھ کو ترجیح دی۔

ایک مرتبہ آپؓ کے سامنے ایک نفیس کھانا رکھا گیا۔ آپؓ نے فرمایا تمہاری خوشبو دلفریب ہے، تمہاری ظاہری کیفیت دل موہ لینے والی ہے تم یقیناً بہت لذیذ ہو گے، لیکن میں تمہارا عادی نہیں بننا چاہتا۔

حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ ایک چمڑے کا گدا، ایک چکی اور پانی کے لئے ایک مشکیزہ بطور جہیز ساتھ لائیں اور حضرت علیؓ اسی پر قانع ہو گئے۔

### اسلام اور ہمارے سیاسی رہنما

رہنماؤں کی راستبازی اور ان کے اعلیٰ کردار نے اسلام کی شان کو بلند کیا۔ اسلام اپنے سیاسی رہنماؤں سے بھی ایک درویشانہ زندگی کی توقع رکھتا ہے ــــ یعنی ایک ایسی زندگی کہ جس میں سادگی اور دیانت داری ہو۔ اُن کو چاہیئے کہ محض زبانی جمع خرچ کرنے کی بجائے اسلامی طرزِ زندگی اختیار کر کے مثال قائم کریں۔

### خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر ضرور لکھیں۔



## بقیہ: درس قرآن

نہیں کر سکتا، جس کو خدا کامل کرے اُس کو کوئی ناقص نہیں کر سکتا ــــ ایک ذات نہیں بن سکتے۔ اور یہ آج آسمانوں پر اُڑ رہے ہیں اور خدا کے ساتھ (نعوذ باللہ) مقابلہ کرتے ہیں؟ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۙ وہ آنکھیں دینے والا میں، تیری زبان دینے والا میں، تیرے ہونٹ بنانے والا میں، او ظالم انسان! تُو میرے مقابلے میں آ گیا؟　(باقی آئندہ)





### دعائے صحت

برادر بزرگوار صوفی محمد اسمٰعیل صاحب صابر نیوز ایجنٹ کہروڑ پکا کافی دنوں سے علیل ہیں قارئین کرام سے خصوصی دعا کی استدعا ہے۔　(بشیر احمد چوک بخاری کہروڑ پکا)

محمد صدیق عاصی اورنگ آباد

عزیز بچو! اس کارخانۂ قدرت میں جو کام بھی کوئی انسان کرتا ہے۔ اس میں اُس کی کوئی نہ کوئی غرض پوشیدہ ہوتی ہے۔ چاہے وہ کام کسی بھی نوعیت کا کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر کسان کو لیجئے۔ زمین کو تیار کرتا ہے۔ فصل بو کر وہ شدت کی گرمی اور کڑاکے کی سردی میں کام کرتا ہے۔ آخر کس لئے؟ تاجر تجارت کرتا ہے۔ ملازم انسان ملازمت کرتا ہے۔ آخر ان سب کاموں میں اُس کی کوئی غرض پوشیدہ ہے تو کرتا ہے۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ انسان اپنے معبودِ حقیقی کی عبادت کرتا ہے۔ اس کی بھی کوئی غرض ہے۔ تو جب کوئی کام بھی اس دنیا میں بے مقصد نہیں ہے۔ تو آپ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس پر وقت اور دولت خرچ کرتے ہیں۔ آخر اس کی بھی تو کوئی غرض یا مقصد ہوگا۔ اِن چند سطور میں آپ کو بتایا جائے گا کہ اس تعلیم حاصل کرنے کا کیا مقصد ہے؟

تعلیم کا یہ مقصد نہیں کہ آپ ڈاکٹر، انجنیئر، مدرس، پٹواری یا حکومت کے دیگر بڑے شعبوں میں شامل ہو کر اس کو دولت کمانے کا ذریعہ بنائیں۔ تعلیم تو انسان کا زیور ہے۔ اس کا اصل مقصد اپنی ذات کا عرفان اور ماحول اور معاشرہ میں اپنی اصلی حیثیت اور قدر کو دریافت کرنا، اپنی زندگی میں نظم و ضبط پیدا کرنا، صحیح معنوں میں انسان بننا، اخلاق بلند کرنا، اپنے اندر نیک عادات پیدا کرنا، ایک اچھا شہری بننا، اپنے خیالات کو پاک اور بلند کرنا، اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور ملک اور قوم کی خدمت کرنا ہے۔

یاد رکھیں! اگر آپ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے اندر مندرجہ بالا صفات پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ تو اس کا اصل مقصد پورا نہیں کیا۔ دنیا تو کمائی جا سکتی ہے اور دُنیاوی ٹھاٹھ اور عزت تو حاصل ہو جائے گی مگر آخرت میں ایسی تعلیم کام نہیں آئے گی۔ جس کو حاصل کرنے کی تاکید حدیث میں آئی ہے۔ کہ "علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے"۔ معاشرہ میں اگر آپ کے سامنے کوئی کام ایسا کیا جائے جس کو آپ یہ جانتے ہوں کہ درست نہیں تو آپ کا یہ حق ہے آپ اُس کا صحیح طریقہ بتائیں۔ تاکہ پتہ چل سکے کہ واقعی آپ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور آپ کو علم ہے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یہ علم کی چوری ہوگی آپ میں دوسروں کو سدھارنے کا جذبہ اور احساس ہونا چاہیئے۔ مولانا محمد الیاس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا "حضرت جی! آپ کے سلسلۂ تبلیغ جاری ہونے کی وجہ سے ماشاءاللہ ہمارے ہاں اب مسجد میں کافی رونق ہوئی ہے۔ اذان ہوتے ہی نمازی جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور نمازیوں کی تعداد بھی پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے"۔ تو آپ نے سُن کر فرمایا یہ تو اللہ رب العزت کا احسان ہے۔ ہمارے نزدیک کوئی بڑی چیز نہیں۔ عین اسی وقت دو طالب علم مسجد میں موجود تھے۔ ایک پانی پینے لگ گیا۔ تو اُس نے گلاس شاید غلطی سے بائیں ہاتھ میں پکڑا اور مُنہ کو لگانے والا ہی تھا کہ دُوسرا طالب علم بولا "ارے ارے یہ کیا کرتے ہو؟ یہ تو سُنّتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے کہ آدمی اُلٹے ہاتھ سے کھائے پیئے"۔ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس قوم کا ذہن بدل جائے۔ اور اس تعلیم و تربیت کا یہ اثر ہو کہ اس میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو جائے۔ ان کو غلط اور صحیح کا پتہ ہو۔ تاکہ دُوسروں کی صحیح راہ نمائی کر کے اپنی نجات کا سامان پیدا کریں"۔

اس سے ثابت ہُوا کہ کسی کو صحیح راستہ بتا دینا بھی علم حاصل کرنے کے بعد انسان کے فرائض میں داخل ہے۔ کیوں کہ حاصل کرنے کے بعد بھی اگر آپ کی زندگی میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ تو اس کو حاصل کرنے کا آخر کیا فائدہ ہُوا؟ علاوہ ازیں سب سے بڑا مقصد تو میرے خیال میں انسانیت اور ہمدردی کے جذبہ کا پیدا ہونا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ زندگی کے کسی شعبہ میں بھی کام کرتے ہوں جب تک آپ میں یہ صفات موجود نہ ہوں گی تو آپ کما حقہٗ کامیاب زندگی نہیں گزار سکیں گے۔ بھائیوں سے ہمدردی تو از حد ضروری ہے اور اس کائنات کے نظام سے اگر آپ ہمدردی کو نکال دیں گے تو باقی کچھ بھی نہیں رہے گا۔

خداوند قدوس مجھے اور آپ کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین!

## پیاری باتیں پیارے کام

غلام محی الدین نظر

جو کرتے ہیں ماں باپ کا احترام
اُنہیں جُھک کے کرتی ہے دنیا سلام
کسی سے جو سختی سے پیش آؤ گے
تو پھر تم بھی عقبیٰ میں پچھتاؤ گے
یُونہی وقت اپنا گنواؤ نہ تم
پڑھائی سے جی اب چراؤ نہ تم
ستانا نہ بچو کسی کو کبھی
کہ ہوتے ہیں ناخوش خدا اور نبی
ہمیشہ جہاں میں کرو نیک کام
کہ نیکوں کا ہوتا ہے خوب احترام
نظر کی یہ باتیں بھلانا نہ تم
یہ دولت ہے اس کو گنوانا نہ تم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۷-۲۸۱ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۵۶ء

(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۶۷۹-۲-۵۵۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲-G/۴۶-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء


## بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

| | |
|---|---|
| پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ | ۱۱ |
| ششماہی | ۶ |
| " | ۳ |
| سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ | ۴۲ |
| بحری جہاز | ۱۵ |
| ہوائی ڈاک ششماہی | ۲۱ |
| بحری | ۱۱ |
| انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ | ۷۳ |
| بحری | ۲۲ |

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ منیجر ماہنامہ "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کر کے ڈاک خانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں۔

(سرکولیشن منیجر)




فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا